

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترکِ تقلید ایک بدعت ہے

تألیف

ادیب الکردائی

ترجمہ

سید طاہر حسین گیاوی

ترکِ تقلید ایک بدعت ہے

حضرت مولانا طاہر حسین گیاوی



سلسلہ رسائل:

((بدع الخلف في ميزان السلف))

الرسالة الأولى

بدعة تركة

ترک المذاهب الفقهية



تأليف

أديب الكمداني

دائرة الأوقاف والشؤون الإسلامية. إدارة الإفتاء والبحوث. قسم البحوث

سلسلہ رسائل:

((بدع الخلف في ميزان السلف))

الرسالة الأولى

بدعة ترك المذاهب الفقهية

تأليف

أديب الكمداني

سلسلہ رسائل

پہلا رسالہ

فقہی مذاہب کی مخالفت بدعت ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على سيدنا محمد المصطفى،
وبعد:

فقد "انقسم الناس إلى فرقتين: أصحاب حديث وأثر: وأهل فقه ونظر، وكل واحدة منهما لا تتميز عن اختها في الحاجة، ولا تستغنى عنها في درك ما تنحوه من البغية والإرادة، لأن الحديث بمنزلة الأساس الذي هو الأصل، والفقه بمنزلة البناء الذي هو له كالفرع وكل بناء لم يوضع على قاعدة وأساس فهو منهيار، وكل أساس خلا عن بناء وعمارة فهو فقر وخراب."

(معالم السنن ۳/۱ للحافظ ابی سلیمان الخطابی توفی ۳۸۸ھ)

ز وقد صرح الخطابی بأن سوء القول في الفقهاء اثم

فاما هذه الطبقة الذين هم اهل الحديث والاثر فان الاكثرين انما كدهم الروايات وجمع الطرق وطلب الغريب والشاذ من الحديث الذي اكثره موضوع او مقارب لا يراعون المتون ولا يتفقهون المعاني ولا يستنبطون سرها ولا يستخرجون ركازها وفقهها وربما عابوا الفقهاء وتناولوهم بالطنن وادعوا عليهم مخالفة السنن ولا يعلمون أنهم عن مبلغ ما أوتوه من العلم قاصرون وبسوء القول فيهم اثمون .

(الانصاف في بيان سبب الاختلاف للإمام ولي الله الدهلوی ص ۱۷) ط

امام حافظ ابوسلیمان خطابی متوفی ۳۸۸ھ کا ارشاد

لوگ دو جماعتوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

ایک جماعت حدیث اور اثر والوں کی ہے۔

دوسری جماعت فقہ اور نظر والوں کی ہے۔

ان میں سے کوئی بھی جماعت محتاج ہونے میں دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتی اور جس خواہش اور مقصد کے پانے کا رخ کرتی ہے اس میں ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتی ہے۔

اس لیے کہ حدیث کی حیثیت بنیاد کی ہے جو اصل ہے اور فقہ کی حیثیت عمارت کی ہے جو اسی اصل و بنیاد پر متفرع ہے۔

اور جو عمارت بھی کسی اصل اور بنیاد پر قائم نہ ہو وہ گر کر رہے گی اور جو بنیاد عمارت سے خالی ہوگی وہ جنگلی اور ویرانہ بن کر رہے گی۔ (معالم السنن ج ۱: ص ۳)

ز امام خطابی کا اعلان کہ فقہاء کی بدگوئی گناہ ہے

طبقہ اہل حدیث کا حال ہے کہ ان میں اکثر کی کوشش (صرف بلا سوچے سمجھے)

روایتوں کو بیان کرنا ہے اور سندوں کو اکٹھا کرنا اور ان احادیث سے غریب اور شاذ کو

تلاش کرنا ہے جن کا اکثر حصہ موضوع اور مقلوب ہے یہ لوگ نہ الفاظ کا لحاظ کرتے ہیں

اور نہ معانی کو سمجھتے ہیں اور نہ مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور نہ اس کے دفتینہ اور فقہ کو

نکالتے ہیں اور بسا اوقات فقہاء پر عیب لگاتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں اور ان پر

سنن اور احادیث کی مخالفت کا دعویٰ کرتے ہیں (اور الزام لگاتے ہیں) حالاں کہ یہ

نہیں جانتے کہ جس قدر علم فقہاء کو دیا گیا ہے وہ خود اس کے حصول سے قاصر ہیں اور

فقہاء کو برا بھلا کہنے سے گنہگار ہوتے ہیں۔ (کشاف ترجمہ انصاف ص ۵۳) ط

فلا يستقيم العمل بالحديث الا بالرأى ولا يستقيم العمل بالرأى الا بالحديث (كما قال محمد بن الحسن الشيباني ت ۱۸۹ھ، اصول السرخسی ۱۱۳/۲)

و كما قال التابعي الثقة إبراهيم النخعي رحمه الله تعالى ت (۹۶ ھ) لا يستقيم رأى إلا برواية ولا رواية الا برأى. (رواه أبو نعيم في الحلية ۲۲۵/۴)

وهذه شذرات ذهبية تبين أهمية الفقه في الدين، وأن الحديث الشريف لا بد له من فقه وفهم كما أنه لا يستقيم فقه بلا حديث وأنه لا بد للرجوع الى الائمة واتباع منهجهم وسلوكهم.

قال الامام احمد رحمه الله تعالى (ت ۲۴۱ھ)

ومن زعم أنه لا يرى التقليد، ولا يقلد دينه احدا، فهو قول فاسق عند الله ورسوله صلى الله عليه وسلم إنما يريد بذلك إبطال الآثار، وتعطيل العلم والسنة والتفرد بالرأى والكلام والبدعة والخلاف وهذه المذاهب والأقوال التي وصفت، مذاهب اهل السنة والجماعة والآثار، واصحاب الروايات، وحملة العلم الذين أدرکنهم واخذنا عنهم الحديث، وتعلمنا منهم السنن، وكانوا أئمة معروفين ثقات اصحاب صدق، يقتدى بهم ويؤخذ عنهم، ولم يكونوا اصحاب بدعة، ولا خلاف ولا تخليط، وهو قول ائمتهم وعلمائهم الذين كانوا قبلهم فتمسكوا بذلك رحمكم الله وتعلموه وعلموه، وبالله التوفيق، انتهى.

امام محمد شیبانی کا فرمان عالیشان

رائے اور عقل کے بغیر حدیث پر صحیح ڈھنگ سے عمل نہیں کیا جاسکتا اور عقل اور رائے پر عمل حدیث کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ (اصول السرخسی ج ۲: ص ۱۱۳) تابعی جلیل امام نخعی کا ارشاد مبارک

روایت کے بغیر رائے درست نہیں ہو سکتی اور روایت بھی بغیر رائے کے درست نہ ہوگی۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳: ص ۲۲۵) امام نخعی رحمۃ اللہ کی وفات ۹۶ھ میں ہے۔

اور یہ سنہرے ارشادات دین کے اندر فقہ کی اہمیت کو بتاتے ہیں اور اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ حدیث پاک کے لیے فہم و فقہ لازمی ہے کیوں کہ جس طرح فقہ حدیث کے بغیر درست نہیں اسی طرح ائمہ فقہ کے طریقہ کار کی اتباع اور ان کی راہ کی پیروی کے بغیر چارہ نہیں۔

امام احمد بن حنبل کا ارشاد پاک متوقی ۲۴۱ھ

جس شخص کا گمان ہے کہ تقلید کوئی چیز نہیں اور وہ دین کے معاملہ میں کسی کی تقلید نہیں کرتا تو اس شخص کا قول خدا اور اس کے رسول کے نزدیک ایک نافرمان کا قول ہے جو اپنے اس قول کے ذریعہ علم و سنت کو رایگاں اور اثر کو باطل کرنا چاہتا ہے اور خود رائی کو اس بدعت اور اختلاف کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے۔

یہ اقوال و مذاہب جو میں نے ماسبق میں ذکر کئے ہیں حدیث و آثار والوں اور اہل سنت والجماعت کے مذاہب ہیں اور ان ارباب علم کے اقوال و مذاہب ہیں جن کو ہم نے پایا ہے اور جن سے ہم نے علم حدیث حاصل کیا ہے اور جن سے سنن کی تعلیم حاصل کی ہے وہ اصحاب صدق اور معروف و معتمد ائمہ دین تھے جن سے دین حاصل کیا جاتا ہے اور جن کی پیروی کی جاتی ہے نہ وہ اہل بدعت تھے اور نہ مخالفت اور گڑبڑ پیدا کرنے والے تھے۔

اور یہی قول ان کے پہلے ائمہ دین کا ہے اس لئے تم بھی اس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ (خدا تم پر رحم کرے) اور اسی کو سیکھ لو اور سکھاؤ توفیق اللہ کی طرف سے ہے۔

(أنظر طبقات الحنابلة للإمام ابن أبي يعلى الفراء ۳۱/۱ و ۶۵/۱ في الطبعة الجديدة التي طبعت بمناسبة الاجتغال بمرور مائة عام على تاسيسي المملكة على تفقة خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبدالعزيز)

تنبيه: قال الامام احمد هذا الكلام خلال رسالة، رواها ابن ابي يعلى بسنده إليه، وقد وقع في هذه الرسالة بعض الألفاظ المشككة التي تنزه الإمام أحمد عن التلفظ بها ونجزم بأن أحد رواة هذه الرسالة هو الذي تصرف في بعض ألفاظها لبعده عن الفقه ومدلولات الألفاظ، وهذا كثير في الرواة غير الفقهاء، فقد وقع في الرسالة خلال الحديث عن كلام الله تعالى [و﴿كلم الله موسى تكليماً﴾ من فيه وناوله التوراة من يده إلى يده] انتهى بحروفه:

فلفظ «فيه» و «يده إلى يده» لا يتفق ذلك مع عقيدة الإمام أحمد ومنهجه فلا شك أن ذلك من تصرف أحد الرواة عن الإمام أحمد:

ومع هذا فلا يمنع ذلك الأخذ بباقي الرسالة لأنها لا تخالف مذهبه ولا ما عليه السلف وكم من نص مروى بسند صحيح أكثر ألفاظه لا غبار عليها أو عليه، إلا لفظة أو جزءاً من النص رواه الرواة بالمعنى وتصرفوا فيه حسب فهمهم فأحالوا المعنى وقلبوه رأساً على عقب، وثبت ذلك في بعض الأحاديث نبه عليها الحفاظ الفقهاء، وهذا فتح الباري للحافظ الفقيه ابن حجر خير شاهد على ذلك، فليُنظر من أراد التحقيق في هذه المسألة.

طبقات الحنابلة تصنیف امام ابن ابی یعلی الفراء ج ۳۱ ص ۶۵ طبع جدید جو سعودی حکومت کے صد سالہ جشن کے موقع پر شائع کی گئی ہے اور شاہ فہد خادم الحرمین الشریفین کے خرچ سے شائع ہوئی ہے۔

(نوٹ) امام احمد کا یہ ارشاد اس رسالہ کے اندر ہے جس کو ابن ابی یعلی نے امام احمد تک اپنی سند سے روایت کیا ہے اس رسالہ میں بعض ایسے مشکل الفاظ بھی ہیں جن کو زبان پر لانے سے ہم امام احمد کی ذات کو بری سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اس رسالہ کی راویوں میں سے کسی نے اس رسالہ کے بعض الفاظ میں تصرف کیا ہے، کیوں کہ وہ سمجھ اور الفاظ کے مدلولات سے بعید ہے، اور اس طرح کی بات غیر فقیہ راویوں سے بہت زیادہ واقع ہوتی ہے، پس امام احمد کے رسالہ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد و کلم اللہ موسی تکلیماً پر گفتگو کے دوران لکھا ہے:-

اپنے منہ سے گفتگو کی اور موسیٰ کو تورات اپنے ہاتھ سے ان کے ہاتھ میں دی لیکن یہ الفاظ امام احمد بن حنبل کے عقیدے اور مسلک سے میل نہیں کھاتے اس لیے اس میں کوئی شک نہیں کہ امام احمد سے روایت کرنے والوں میں سے کسی کا تصرف ہے۔

لیکن اس کے باوجود اس رسالہ کے باقی حصہ کو قبول کرنے سے منع نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ وہ نہ امام احمد کے مذہب کے خلاف ہے اور نہ اس مسلک کے جس پر سلف تھے بہت سے نصوص جو صحیح سند سے مروی ہیں ان کے بیشتر الفاظ یا وہ نص بے غبار ہوتے ہیں بجز ایک آدھ لفظ یا نص کے کسی خاص ٹکڑے کے جس کو کسی راوی نے بالمعنی روایت کر دیا ہے یا اپنی فہم کے مطابق اس میں تصرف کر ڈالا ہے، اس طرح انھوں نے معنی کو پھیر دیا ہے یا سر سے پاؤں تک الٹ کر رکھ دیا ہے یہ حقیقت بعض حدیثوں میں ثابت ہو چکی ہے جس پر حفاظ فقہاء نے تنبیہ بھی کر دی ہے یہ فتح الباری حافظ فقیہ ابن حجر علیہ الرحمہ کی تصنیف اس بات پر بہترین گواہ ہے اس لئے جس کو اس مسئلہ کی تحقیق درکار ہو وہ اس کا بغور مطالعہ کر لے۔

وقال الإمام أحمد رحمه الله: إذا كان عند الرجل الكتب المصنفة فيها قول رسول الله صلى الله عليه وسلم واختلاف الصحابة والتابعين، فلا يجوز أن يعمل بما شاء ويتخير فيقضي به ويعمل به، حتى يسأل أهل العلم ما يؤخذ به: فيكون يعمل على أمر صحيح.

(إعلام الموقعين لابن القيم ۱/ ۴۴)

وقال الامام الحافظ الفقيه أبو الحسن الميموني رحمه الله تعالى (ت ۲۷۴ھ) قال لي أحمد: يا أبا الحسن إياك أن تتكلم في مسألة ليس لك فيها إمام. (مناقب الإمام أحمد لابن الجوزي ص ۱۷۸، والمسودة لأل تيمية ص ۴۰۱ و ۴۸۴، والسير للذهبي ج ۱۱/ ۲۹۶)

وقال الامام ابن تيمية رحمه الله تعالى (۷۲۸ھ)

وما رواه (يعني الامام احمد) من سنة او اثر وصححه او حسنه او رضی بسنده او دونه فی کتبہ ولم یرده ولم یفت بخلافه فهو مذهب وقيل: لا. (المسودة لأل تيمية ص ۴۷۳)

امام احمد بن حنبل کی نصیحت

اگر کسی کے پاس ایسی کتابیں ہوں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نیز صحابہ و تابعین کے اختلافات جمع کئے گئے ہیں تو اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ جیسے چاہے عمل کر لے اور جو پسند ہو اس کے مطابق فیصلہ یا عمل کر لے تاوقتیکہ اہل علم سے معلوم نہ کر لے کہ کس قول کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ عمل صحیح امر پر ہو سکے۔

(اعلام الموقعين تصنيف ابن قيم ج ۱/ ص ۴۴)

امام جلیل فقیہ ابوالحسن میمون کا ارشاد مبارک

امام احمد بن حنبل نے مجھ سے فرمایا اے ابوالحسن تم کسی ایسے مسئلہ میں گفتگو کرنے سے پرہیز کرو جس میں تمہارا کوئی امام نہ ہو۔

مناقب الامام احمد تصنيف ابن الجوزي ص ۱۷۸ اور مسوده لال تيمية ص ۴۰۱ و ۴۸۴

اور سير اعلام النبلاء للذهبي ج ۱۱/ ص ۲۹۶

فقیہ ابوالحسن میمون کی وفات ۲۴۱ کی ہے۔

حافظ ابن تيمية کا فرمان وفات ۷۲۸ھ

امام احمد بن حنبل نے جس اثر یا سنت کو روایت کیا ہے اور اس کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے یا اس کی سند پر راضی ہوئے یا اپنی کتابوں میں نقل کیا اور تردید نہ کی یا اس کے خلاف فتویٰ نہ دیا ہو تو وہ ان کا مذہب قرار پائے گا لیکن یہ بھی کہا گیا ہے کہ مذہب قرار نہیں پائے گا۔ (المسودة لال تيمية ص ۴۷۳)

ز قال العلامة الحافظ ابن القيم رحمه الله

ينقل عن عمرو بن الصلاح المتوفى (٦٤٣هـ)

ومن وجد حديثاً يخالف مذهبه فإن كملت آلة الاجتهاد مطلقاً
أو في مذهب امامه أو في ذلك النوع أو في تلك المسئلة فالعمل
بذلك الحديث أولى وإن لم تكمل الآلة ووجد في قلبه حزاظة من
مخالفة الحديث بعد إن بحث فلم يجد لمخالفته عنده جواباً شافياً
فليُنظر هل عمل بذلك الحديث امام مستقل أم لا فإن وجد فله أن
يتمذهب بمذهبه في العمل بذلك الحديث ويكون عذراً له في ترك
مذهب امامه في ذلك والله أعلم (اعلام الموقعين ٤/ ٢٣٧)

تحسين هذا لقول من الامام النووي، والامام ولي الله الدهلوی
وحسنه النووي وقررة. (عقد الجيد ص ٤٤) ط

وقال الامام الحافظ الناقد شمس الدين الذهبي رحمه الله
(ت ٧٤٨هـ) في سير اعلام النبلاء (١٦/ ٤٠٥) خلال رده على من
يقول (الأخذ بالحديث أولى من الأخذ بقول الشافعي وأبي حنيفة):
قلت - القائل الذهبي -: هذا جيد لكن بشرط أن يكون قد قال بذلك
الحديث إمام من نظراء هذين الامامين - الشافعي وأبي حنيفة - مثل
مالك أو سفيان أو الأوزاعي، وبأن يكون الحديث ثابتاً سالماً من علة،
وبأن لا يكون حجة أبي حنيفة والشافعي حديثاً صحيحاً معارضاً
للآخر. أما من أخذ بحديث صحيح وقد تنكبه سائر أئمة الاجتهاد:
فلا. انتهى. ثم ذكر أدلة على ذلك.

علامہ ابن قیم حنبلی علیہ الرحمہ کی رائے عالی

ز ابو عمرو بن صلاح سے منقول ہے:

اگر کوئی شخص کسی حدیث کو اپنے مذہب کے خلاف پائے تو اگر اس میں مطلق
اجتہاد یا اجتہاد فی المذہب یا اس نوع میں اجتہاد یا خاص اس مسئلہ میں اجتہاد کی مکمل
اہلیت ہو تو اس کے لیے حدیث پر عمل کرنا بہتر ہے، لیکن اگر اہلیت مکمل نہ ہو اور اپنے
دل میں حدیث کی مخالفت سے قلق اور گرائی محسوس کرے جب کہ تلاش و تحقیق کے بعد
بھی اس کی مخالفت کے لیے کوئی جواب شافی نہ پاسکا ہو تو پھر غور کرے کہ اس حدیث پر
کسی مستقل (مجتہد مطلق) امام کا عمل ہے یا نہیں اگر کسی مستقل امام کا اس پر عمل ہے تو
اس حدیث میں اسی امام کے مذہب پر عمل کر لے اور یہ اس کے لیے اپنے امام کے
مذہب کو چھوڑ دینے کے لیے صرف اس مسئلہ میں ایک عذر ہوگا۔ واللہ اعلم۔

امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ امام نوویؒ نے ابن صلاح کے اس قول کی
تفسیر کی ہے اور بلا تنقید برقرار رکھا ہے۔ (عقد الجید ص ۴۴) ط

امام ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ کا فرمانِ ذیشان

حدیث پر عمل کرنا امام ابو حنیفہؒ یا امام شافعیؒ کے قول پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔

اس پر رد کرتے ہوئے امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:-

میں کہتا ہوں یہ عمدہ بات ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس حدیث پر عمل کا قائل
ان دونوں اماموں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے ہمسر کوئی امام بھی ہو جیسے امام مالک یا
امام سفيان یا امام اوزاعی اور اس شرط کے ساتھ کہ وہ حدیث ثابت اور ہر علت سے
پاک بھی ہو نیز یہ بھی شرط ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے پاس دلیل میں کوئی
دوسری صحیح حدیث اس حدیث کے خلاف نہ ہو لیکن اگر کوئی کسی صحیح حدیث پر اس طرح
عمل کرتا ہے کہ اس حدیث کے خلاف تمام ائمہ اجتہاد جمع ہوں تو ایسی صورت میں ہرگز

اس حدیث پر عمل جائز نہیں۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ۱۶ ص ۴۰۵)

اس کے بعد امام ذہبیؒ نے اپنے قول کے دلائل جمع فرمائے ہیں۔

وقال الحافظ الذهبي ايضا في السير (۱۸/۱۹۱-۱۹۲) بعد أن نقل قول ابن حزم: أنا أتبع الحق وأجتهد ولا أتقيد بمذهب: فعلق الذهبي على ذلك -: قلت: نعم، من بلغ رتبة الاجتهاد، وشهد له بذلك عدة من الائمة لم يسغ له ان يقلد - كما أن الفقيه المبتدى والعامى الذى يحفظ القرآن أو كثيراً منه لا يسوغ له الاجتهاد أبداً، فكيف يجتهد؟ وما الذى يقول؟ وعلام يبنى؟ وكيف يطير ولما يُرَبِّش؟.

والقسم الثالث، الفقيه المنتهى اليقظ الفهم المحدث، الذى قد حفظ مختصراً فى الفروع، وكتاباً فى قواعد الاصول، وقرأ النحو، وشارك فى الفضائل مع حفظه لكتاب الله وتشاغله بتفسيره، وقوة مناظرته، فهذه رتبة من بلغ الاجتهاد المقيّد، وتأهل للنظر فى دلائل الائمة.

امام ذہبی کا دوسرا ارشاد عالی شان

حافظ ابن حزم کا قول ہے کہ میں اجتہاد کرتا ہوں کسی مذہب خاص میں مقید نہیں حق کی پیروی کرتا ہوں ابن حزم کے اس قول کا رد کرتے ہوئے امام ذہبی فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں جو شخص اجتہاد کے رتبہ کو پہنچ چکا ہو اور اس کے حق میں چند ائمہ نے شہادت بھی دے دی ہو اس کے لیے تقلید جائز نہیں ہے۔

جس طرح کوئی عامی یا فقیہ مبتدی جس نے قرآن یا اس کا زیادہ حصہ یاد کر لیا ہے اس کے لیے اجتہاد جائز نہیں۔ بھلا وہ کیسے اجتہاد کرے گا؟ اور کیسے کوئی رائے قائم کرے گا؟ اور کس بل پر اپنے مذہب کی عمارت کھڑی کرے گا اور کیسے میدان اجتہاد میں پرواز کرے گا جب کہ اس کے پر بھی اوگے نہ ہوں۔

تیسری قسم: وہ فقیہ منتہی بیدار مغز سمجھ دار محدث ہے جس کو فروع میں کوئی مختصر یاد ہو اور قواعد الاصول میں کوئی کتاب یاد ہو اور نحو یاد ہو اور کمالات میں ایک حصہ کا مالک ہو ساتھ ہی اللہ کی کتاب حفظ اور اس کی تفسیر کا مشغلہ رکھتا ہو اور بحث و تحقیق کی صلاحیت رکھتا ہو تو یہ مرتبہ اس شخص کا ہے جو اجتہاد مقید (یعنی اجتہاد فی المذہب) کو پہنچا ہے اور اماموں کے دلائل میں غور کرنے کا اہل ہے۔

فمتی وضح له الحق فی مسئلة وثبت فیہا النص وعمل بها أحد
الائمة الاعلام کابی حنیفة مثلاً، أو کما لك أو الثوری أو الاوزاعی أو
الشافعی وابی عبید واحمد واسحاق، فلیتبع فیہا الحق ولا یسلک
الرخص ولیتورع، ولا یسعه فیہا بعد قیام الحجة علیه تقلید، فان
خاف ممن یشغب علیه من الفقهاء فلیتکتم بها ولا یترائی بفعلها،
فریما اعجبته نفسه، واحب الظهور فیعاقب، ویدخل علیه الداخل من
نفسه، فکم من رجل نطق بالحق وأمر بالمعروف فیسلط الله علیه من
یؤذیه لسوء قصده وحبه للریاسة الدینیة، فهذا داء خفی سار فی نفوس
الفقهاء، (ثم قال الذهبی) ومن طلب العلم للمدارس والافتاء، والفخر
والریاء: تحامق، واختال، وازدری بالناس، وأهلکة العجب، ومقتته
الأنفس ﴿قد أفلح من زکحها وقد خاب من دسها﴾ انتھی.

وقال الحافظ بن رجب الحنبلی رحمہ الله (ت ۷۹۵) فی
کتابہ..... بیان فصل علم السلف علی علم الخلف (ص ۵۷) فأما
الائمة وفقهاء اهل الحدیث فإنهم یتبعون الحدیث الصحیح حیث
کان، اذا کان معمولاً به عند الصحابة ومن بعدهم أو عند طائفة منهم،
فأما ما اتفق السلف علی ترکہ فلا یجوز العمل به، لانهم ما ترکوه
الإعلی علم أنه لا یعمل به: قال عمر بن عبدالعزیز: خذوا من الراي ما
یوافق من کان قبلکم، فإنهم کانوا أعلم منکم. انتھی

تو ایسے شخص کے نزدیک جب کسی مسئلہ میں حق واضح ہو جائے اور اس میں کوئی
نص ثابت ہو جائے جس پر ائمہ علام میں کسی کا عمل بھی ہو مثلاً امام ابوحنیفہ یا جیسے امام
مالک یا سفیان ثوری یا امام اوزاعی یا امام شافعی اور ابو عبید یا امام احمد اور امام اسحاق تو اب
اس مسئلہ میں حق کی پیروی کر سکتا ہے، لیکن رخصتوں کی راہ نہ اپنائے بلکہ تورع سے کام
لے اور اب اس مسئلہ میں حجت قائم ہو جانے کے بعد اس کے لیے تقلید کی گنجائش نہیں
ہے تاہم اگر اپنے اور فقہاء کے شور و شغب سے خطرہ محسوس کرتا ہو تو اس دلیل کو راز میں
رکھے اور اس پر عمل کر کے نمائش نہ کرے، کیوں کہ بسا اوقات خود فریبی کا شکار ہو جائے
گا اور شہرت پسند بن بیٹھے گا اور سزا بھگتنی پڑے گی اور اس کا نفس اس پر غالب ہو جائے
گا بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے کلمہ حق بولا اور امر بالمعروف کیا لیکن ان کی بدینتی اور
دینی قیادت پسندی کی وجہ سے اللہ نے ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیا جنہوں نے ان کو
تکلیف پہنچائی پس یہ ایک خفی بیماری ہے جو علماء کے نفس میں گھسی ہوئی ہے۔

اور جو شخص علم کی طلب مدارس اور افتاء کے عہدوں اور فخر و ریا کے لیے کرتا ہے وہ
حماقت کا شکار اور فریب خوردہ بنا اور لوگوں کی عیب جوئی میں پڑا غرور نے اس کو ہلاک
کیا اور لوگوں کی عداوتوں کا نشانہ بنا۔ قد افلح من زکاهما وقد خاب من دساها.

حافظ ابن رجب حنبلی کا ارشاد گرامی

ائمہ دین اور اہل حدیث فقہاء کرام حدیث صحیح کی پیروی کرتے ہیں چاہے جہاں
بھی موجود ہو بشرطیکہ وہ حدیث صحابہ اور ان کے بعد والوں کے نزدیک معمول بہ ہو یا
ان میں ایک جماعت کے نزدیک معمول بہ ہو، لیکن وہ حدیث جس کے ترک پر سلف
میں اتفاق ہو تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ انہوں نے اس کو متروک نہیں قرار دیا
مگر یہ کہ ان کے پاس اس بات کا علم ہے کہ وہ حدیث معمول بہ نہیں حضرت عمر بن
عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں رائے میں سے صرف اس کو لے لو جو تم سے پہلے والوں
کے موافق ہو کیوں کہ وہ تم سے زیادہ علم والے تھے۔ (بیان فضل علم السلف علی علم الخلف
تصنیف ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ص ۵۷)

وقال ابن رجب ايضا (ص ۶۹): وفي زماننا (والحافظ ابن رجب توفي سنة ۷۹۵) يتعين كتابة كلام ائمة السلف المقتدى بهم الى زمن الشافعي واحمد واسحاق وابي عبيد، وليكن الإنسان على حذر مما حدث بعدهم، فانه حدث بعدهم حوادث كثيرة، وحدث من انتسب الى متابعة السنة والحديث من الظاهرية ونحوهم، وهو اشد مخالفة لها، لشذوذها عن الائمة، وانفرادها عنه بفهم يفهمه أو يأخذ مالم يأخذ به الائمة من قبله: انتهى.

تنبيه: هذه النصوص النفيسة - وإن كانت صادرة عن الائمة المتأخرين - فهي تؤيد معنى ما قرره السلف وفيه التصريح بخطورة دعوى هجر المذاهب ومحاربتها والوقوف ضدها، من اناس ما شموا رائحة العلم، وتأمل كلام الحافظ الذهبي فإنه ذهبي، وتأمل كلام الحافظ ابن رجب فإن فيه العجب.

وقال الامام التابعي الفقيه ابراهيم النخعي رحمه الله، إني لأسمع الحديث فأنظر الى ما يؤخذ به فأخذ به وأدع سائرته، (رواه ابن ابی خثيمة كما في شرح علل الترمذی لابن رجب ۱/ ۴۱۳، وابونعيم في الحلية ۴/ ۲۲۵)

حافظ ابن رجب مزید فرماتے ہیں ہمارے زمانہ میں یہ بات متعین ہے کہ ان ائمہ سلف کے اقوال لکھے جائیں جن کی اقتداء کی جاتی ہے امام شافعی اور احمد اور امام ابو عبید کے دور تک اور ان کے دور کے بعد جو کچھ رونما ہوا ہے اس سے پرہیز کیا جائے۔ اس لیے کہ ان ائمہ کے دور کے بعد بہت سے نئے حوادث پیش آئے ہیں اور ایسے لوگ رونما ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے کو منسوب تو سنت اور حدیث کی پیروی کی طرف کیا ہے، حالانکہ وہ سب سے زیادہ اس کی مخالفت کرنے والے ہیں، اس لیے کہ وہ ائمہ اسلاف سے الگ ہو گئے ہیں اور اپنی فہم کے اعتماد پر ان سے جدا ہو چکے ہیں یا ایسی روایتوں پر عمل کر لیا ہے جن پر ان سے پہلے کے ائمہ نے عمل نہ کیا تھا جیسے فرقہ ظاہریہ وغیرہا۔ (بیان فصل علم السلف علی علم الخلف لابن رجب ص ۶۹)

نوٹ: یہ قیمتی ارشاد اگرچہ ائمہ متاخرین کے ہیں لیکن یہ اس منہج کی تائید کرتے ہیں جس کی اسلاف نے بنیاد ڈالی ہے اور ان ارشادات میں ان خطرناکیوں کی صراحت ہے جو ایسے لوگوں کے دعووں میں پوشیدہ ہے جن کو علم کی خوشبو بھی نصیب نہیں، مگر وہ فقہی مذاہب کے ترک اور ان سے مقابلہ کرنے اور ان کی مخالفت کے لیے کمر بستہ ہو گئے ہیں حافظ ذہبی کے سنہرے کلام میں غور کرو اور حافظ ابن رجب کے کلام کو بغور دیکھو اس میں عجیب نکتہ ہے۔

تابعی جلیل امام نخعی کا ارشاد

فرماتے ہیں میں حدیثوں کی سماعت کرتا ہوں پھر غور کرتا ہوں کہ ان میں سے کس کو لیا جائے گا تب اس کو لے لیتا ہوں اور باقی کو چھوڑ دیتا ہوں۔

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۴: ص ۲۵۵ روایت کیا ہے اور حافظ ابن ابی خثیمہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے، جیسا کہ ابن رجب کی شرح علل الترمذی کے جلد اول ص ۴۱۳ پر ہے۔

وقال الإمام المجتهد محمد بن عبد الرحمن ابن أبي ليلى رحمه الله (ت ۲۴۸) لا يفقه الرجل في الحديث حتى يأخذ منه ويدع. (رواه بن عبد البر في جامع بيان العلم ۲/ ۱۳۰)

وقال الامام المجتهد عبد الله بن وهب رحمه الله (ت ۱۹۷ھ) لقيت ثلاث مائة عالم وستين عالماً، ولولا مالك والليث لضللت في العلم. (رواه ابن حبان في مقدمة المجروحين ج ۱/ ۴۲)

وقال ابن وهب ايضاً:

إقتدينا في العلم بأربعة إثنان بمصر وإثنان بالمدينة: الليث بن سعيد وعمرو بن الحارث بمصر، والمالك والماجشون بالمدينة، لولا هؤلاء لكننا ضالين. (رواه ابن حبان أيضاً ۱/ ۴۲)

والسبب في انقاذ مالك والليث له من الضلال صرح به ابن وهب نفسه، حيث قال مرة: لولا مالك بن انس والليث بن سعد لهلك، (وفي رواية لضللت) كنت أظن أن كل ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم يعمل به (انظر تاريخ دمشق لابن عساكر ج ۵۰/ ص ۳۵۹ وتاريخ بغداد ۷/ ۱۳ وتهذيب الكلام ج ۲۴/ ص ۲۷۰-۲۷۱ وشرح العلل لابن رجب ۱/ ۴۱۳) وفي رواية (لابن عساكر في التاريخ ۵۰/ ۳۵۹) أن ابن وهب ذكر اختلاف الأحاديث والناس فقال: لولا اني لقيت مالكا والليث لضللت يقول لاختلاف الأحاديث. إنتهى.

امام مجتہد محمد بن عبد الرحمن ابن ابی لیلی متوفی ۲۴۸ھ کا قول مبارک حدیث کے علم میں تفقہ کا درجہ انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں سے کچھ پر عمل کر لے اور کچھ کو چھوڑ نہ دے۔ (جامع بیان العلم لابن عبد البر ج ۲: ص ۱۳۰)

امام مجتہد عبد اللہ بن وہب علیہ الرحمہ متوفی ۱۹۷ھ کا ارشاد گرامی فرماتے ہیں میں تین سو ساٹھ علماء سے ملا ہوں لیکن اگر امام مالک اور امام لیث رحمہما اللہ نہ ہوتے تو میں علم کے باوجود گمراہ ہو جاتا۔ (ابن حبان فی مقدمۃ المجروحین ج ۱/ ص ۴۲)

امام عبد اللہ بن وہب کا دوسرا ارشاد

فرماتے ہیں ہم نے علم میں صرف چار علماء کی پیروی کی ہے دو مصر کے اور دو مدینہ کے لیث ابن سعد اور عمرو بن الحارث مصر کے ہیں اور امام مالک اور امام ماجشون مدینہ کے ہیں اگر یہ چار علماء نہ ہوتے تو ہم گمراہ لوگوں میں شمار کیے جاتے۔ (حوالہ سابق ج ۱: ص ۴۲)

امام مالک اور امام لیث نے ان کو گمراہی سے کیسے بچایا اس کا سبب خود عبد اللہ ابن وہب نے بیان فرمایا ہے اس لیے کہ خود انہوں نے ایک بار صراحت کی ہے کہ اگر امام مالک ابن انس اور امام لیث بن سعد نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا اور ایک روایت میں ہے میں گمراہ ہو گیا ہوتا کیوں کہ میرا گمان تھا کہ جو حدیث بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ (تاریخ دمشق لابن عساكر ج ۵: ص ۳۵۹ و تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۷ و تهذيب الكمال ج ۱۳: ص ۲۷۰ و ۲۷۱ و شرح العلل لابن رجب ج ۱: ص ۴۱۳)

اور ابن عساكر کی تاریخ ج ۵ ص ۳۵۹ پر ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ ابن وہب نے احادیث کے اختلافات کا اور لوگوں کے اختلافات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا اگر میں امام مالک اور امام لیث سے نہ ملا ہوتا تو گمراہ ہو جاتا ایسا احادیث میں اختلاف کی وجہ سے فرماتے تھے۔

وفی رواية عنه قال: لولا أن الله أنقذني بمالك والليث لضللت، فقل له كيف ذلك؟ قال: أكثر من الحديث فحيرني فكنت أعرض ذلك على مالك والليث، فيقولان لي: خذ هذا ودع هذا. (ترتيب المدارك للقاضي عياض ۲/ ۴۲۷)

وسبب هذا الاختلاف في الفاظ وروايات كلام ابن وهب هو أنه كان يحدث بذلك مراراً، فقد روى ابن عبد البر في التمهيد (۱/ ۲۶) من طريق أبي جعفر الأيلي قال: سمعت ابن وهب مالا احصى، لولا أن الله أنقذني بمالك والليث لضللت.

وقال ابن وهب أيضاً، الحديث مضلة إلا للعلماء: (ترتيب المدارك ۱/ ۹۶)

وقال ابن وهب أيضاً، كل صاحب حديث ليس له إمام في الفقه فهو ضال، ولولا أن الله أنقذنا بمالك والليث لضللتنا. (الجامع لابن أبي زيد القيرواني ص ۱۵۱)

اور انہیں عبد اللہ ابن وہب سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ مجھے امام مالک اور امام لیث کے ذریعہ نہ بچاتا تو میں گمراہ ہو گیا ہوتا ان سے دریافت کیا گیا ایسا کیوں؟ تو جواب میں فرمایا میں نے حدیثیں کثرت سے حاصل کیں مگر حدیثوں نے مجھے حیرانی میں ڈال دیا تو میں ان کو امام مالک اور امام لیث کے سامنے پیش کرتا رہا اور وہ دونوں مجھے بتاتے رہے کہ اس پر عمل کرو اور اس کو چھوڑ دو۔ (ترتيب المدارك تصنيف قاضي عياض مالک ج ۲: ص ۴۲۴)

عبد اللہ ابن وہب کی روایتوں اور ان کے کلام میں الفاظ کے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ بات بار بار کثرت سے بیان فرماتے تھے علامہ ابن عبد البر نے التمهيد ج ۱: ص ۲۶ پر ابو جعفر ایلی کے طریق سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن وہب کو ان گنت مرتبہ یہ کہتے سنا ہے اگر اللہ نے میری حفاظت امام مالک اور امام لیث کے ذریعہ نہ کی ہوتی تو میں گمراہ ہو جاتا۔

امام مالک کے جلیل القدر شاگرد امام عبد اللہ بن وہب کا ایک اور ارشاد گرامی

فرماتے ہیں حدیثیں علماء کے علاوہ دوسروں کے لیے گمراہی کا ذریعہ ہیں۔

(ترتيب المدارك ج ۱: ص ۹۶)

نیز عبد اللہ بن وہب فرماتے ہیں: جس اہل حدیث کا فقہ میں کوئی امام نہ ہو وہ گمراہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ ہم کو امام مالک اور امام لیث کے ذریعہ نہ بچاتا تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ (الجامع لابن زید القيرواني ص ۱۵۱)

وقال الامام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ (ت ۱۹۸ھ) الحدیث مضلة إلا للفقهاء: نقله عنه ابن ابی زید القیروانی وقال فی توضیح ذالک: یرید أن غیرهم قد یحمل شیئا علی ظاہرہ ولہ تأویل من حدیث غیرہ أو دلیل ینقضی علیہ أو متروک أو جب ترکہ غیر شیء مما لا یقوم بہ إلا من استبحر وتفقه.

(انظر جامع لابن ابی زید ص ۱۵۰)

وقال ابن وہب: نظر مالک الی العطاء بن خالد، فقال مالک: بلغنی أنکم تأخذون من هذا! فقلت بلی فقال: ما کنا نأخذ إلا من الفقهاء. (ترتیب المدارک ج ۱ / ۱۲۴-۱۲۵)

وقال الامام الشافعی رحمہ اللہ (ت ۲۰۴ھ) قيل لمالک بن أنس: إن عند ابن عیینة عن الزهري أشياء ليست عندك! فقال مالک: وأنا کل ما سمعته من الحدیث أحدث به؟ أنا إذن أريد أن أضلهم، (رواء الخطيب فی الجامع لأخلاق الراوی واداب السامع ۱۰۹/۲) وقال محمد بن القطان رحمہ اللہ لو أن إنسانا اتبع کل ما فی الحدیث من رخصة لکان به فاسقاً. (العلل للإمام احمد ۱ / ۲۱۹).

امام سفیان بن عیینہ متوفی ۲۹۸ھ کا فرمان عالیشان

حدیثیں فقہاء کے علاوہ باقی لوگوں کو گمراہ کر دینے والی ہیں۔

ان کا یہ قول ابن ابی زید القیر دانی نے نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح میں فرمایا ہے کہ ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ غیر فقہاء میں سے کوئی شخص حدیث کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کر لیتا ہے، حالاں کہ کسی دوسری حدیث سے اس میں تاویل ضروری ہوتی ہے یا اس حدیث کے خلاف کوئی دلیل ہوتی ہے جو اس پر مخفی رہ گئی یا وہ حدیث متروک العمل ہے جس کے ترک کو واجب کرنے والی کوئی چیز ہوتی ہے جس پر ماہر فقہ یا عالم تبحر ہی حجت قائم کر سکتا ہے۔ (الجامع لابن زید القیر دانی ص ۱۵۰)

امام مالک کا ارشاد گرامی

عبداللہ ابن وہب فرماتے ہیں امام مالک نے عطاء بن خالد کو دیکھ کر فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اس سے حدیثیں حاصل کرتے ہو تو میں نے کہا ہاں! اس پر امام مالک نے ارشاد فرمایا ہم لوگ صرف فقہاء سے علم حاصل کرتے تھے۔ (ترتیب المدارک ج ۱: ص ۱۲۴ و ۱۲۵)

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا فرمان مبارک

فرماتے ہیں امام مالک بن انس سے کہا گیا سفیان بن عیینہ کے پاس امام زہری سے مروی بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو آپ کے پاس نہیں ہیں، اس پر امام مالک نے جواب میں فرمایا کیا میں جتنی حدیثیں سنتا ہوں سب بیان کر دیتا ہوں؟ اگر ایسا کروں تب تو میں لوگوں کو گمراہ کر ڈالوں گا۔ (خطیب بغدادی نے اس کو الجامع لأخلاق الراوی واداب السامع کی ج ۲ ص ۱۰۹ پر نقل کیا ہے)

امام محمد ابن یحییٰ قطان کا ارشاد عالی

فرماتے ہیں اگر کوئی انسان ان تمام رخصتوں کی پیروی کرنے لگے جو حدیث میں آئی ہیں تو وہ اس کی وجہ سے فاسق ہو جائے گا۔ (العلل للإمام احمد ج ۱: ص ۲۱۹)

وقال الحافظ أبو نعیم الفضل بن دکین رحمہ اللہ (ت ۲۱۸ھ)،
وهو من أشهر مشاهير شیوخ البخاری: كنت أمر علی زفر (وهو
من أكابر فقهاء أصحاب الإمام أبي حنيفة) وهو محتب بثوب في كنده
فيقول: يا أحول، تعال حتى أغرب لك أحاديثك: فأريه ما قد سمعت،
فيقول: هذا يؤخذ به وهذا لا يؤخذ به، وهذا ناسخ وهذا منسوخ.
(الفقيه والمتفقه ۱۶۳/۲)

وقال الإمام اسماعيل بن يحيى المزني رحمه الله (ت ۲۶۴ھ)
فانظروا رحمكم الله على ما في أحاديثكم التي جمعتها: واطلبوا
السلم عند أهل الفقه تكونوا فقهاء إن شاء الله.
(ألفقيه والمتفقه للخطيب ۳۵/۲)

وقال الامام ابو الزناد عبد الله بن ذكوان أمير المؤمنين في
الحديث رحمه الله (ت ۱۳۰ھ): وإيم الله إن كنا لنلتقط السنن من
أهل الفقه والثقة، ونعلمها شيها بتعلمنا أي القرآن.
(جامع بيان العلم لابن عبد البر ۹۸/۲)

حافظ ابو نعیم فضل بن دکین متوفی ۲۱۸ھ کا ارشاد گرامی

یہ امام بخاری کے مشہور شیوخ میں سب سے زیادہ مشہور شیخ ہیں۔
فرماتے ہیں میں امام زفر (جو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں اور اکابر فقہاء میں
ہیں) کے پاس سے مقام کندہ میں گذرتا تو وہ کپڑے سے احتباء کر کے بیٹھے ہوتے تھے
تو کہتے اے بھینگا یہاں آتا کہ تیرے لیے تیری حدیثوں کو چھان پھنک کر تجھ کو دے
دوں جب میں ان کے سامنے وہ ساری حدیثیں جو میں پیش کر دیتا اور وہ فرماتے
اس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اس پر عمل نہیں کیا جائے یہ ناسخ ہے وہ منسوخ ہے۔
(الفقيه والمتفقه ج ۲: ص ۱۶۳)

امام اسماعیل بن یحییٰ المزنی رحمہ اللہ متوفی ۲۶۴ھ کا ارشاد گرامی

فرماتے ہیں اللہ تم پر رحم کرے ان حدیثوں پر جن کو تم نے جمع کر لیا ہے غور کر لیا
کر و اور علم اہل فقہ سے حاصل کرو تو انشاء اللہ تم فقہاء بن جاؤ گے۔
(الفقيه والمتفقه للخطيب ج ۲: ص ۳۵)

امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان متوفی ۱۳۰ھ کا فرمان

خدا کی قسم ہم لوگ سنتوں کا علم قابل اعتماد اور فقہ والوں سے لیا کرتے تھے، اس کو
اس طرح سیکھتے تھے جس طرح ہم قرآن کی آیتیں سیکھتے ہیں۔
(جامع بيان العلم لابن عبد البر ج ۲: ص ۹۸)

وقال الامام الجلیل ابن ابی زید القیروانی رحمہ اللہ تعالیٰ (ت ۳۸۹ھ)، وهو یُعَبِّدُ عقائد اهل السنة والحق، ویذكر هدیهم: (والتسلیم للسنن) لا تعارض برأی، ولا تدفع بقیاس، وما تأوله منها السلف الصالح تأولناه، وما عملوا به عملناه، وما تركوه تركناه، یسعدنا أن ندسك عما أمسكوا، ونبتعهم فیما بینوا، ونقتدی بهم فیما استنبطوه ورواه فی الحوادث ولا نخرج عن جماعتهم فیما اختلفوا فیہ أو فی تأویلہ: وكل ما قدمناه ذكره فهو قول اهل السنة وأئمة الناس فی الفقه والحديث علی ما بیناه، وكله قول مالك، فمنه منصوص من قوله ومنه معلوم من مذهبه.

ثم قال ابن ابی زید: قال مالك: والعمل أثبت من الاحادیث، قال من اقتدی به إنه یضعف (وفی نسخة یضعف) أن یقال فی مثل ذلك: حدثنی فلان عن فلان: وكان رجال من التابعین یبلغهم عن غیرهم الأحادیث فیقولون: ما نجهل هذا، ولكن مضى العمل علی غیره. (وفی نسخة: علی خلافه)

امام جلیل ابن ابی زید القیروانی متوفی ۳۸۹ھ کا ارشاد

وہ اہل حق اور اہل سنت کے عقائد شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور ان کے طریقہ کار کا تذکرہ کرتے ہیں سنتوں کو تسلیم کرنے کے بعد کسی رائے سے ان کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا نہ کسی قیاس کے ذریعہ ان کو رد کیا جاسکتا ہے، البتہ سلف صالح نے ان میں سے جس کے اندر تاویل کی ہے ہم بھی اس میں تاویل کریں گے اور جس پر انہوں نے عمل کیا ہے ہم بھی اس پر عمل کریں گے اور اس میں سے جس کو انہوں نے ترک کر دیا ہے ہم بھی اس کو ترک کریں گے ہمارے لیے اس کی گنجائش ہے کہ ہم اس سے باز رہیں جس سے سلف صالح باز رہ چکے ہیں اور ان کی پیروی اس میں کریں جس کو انہوں نے بیان کر دیا ہے اور ہم ان کی اقتداء کریں گے ان مسائل میں جن کا انہوں نے استنباط کیا ہے نئے حادثات میں جو ان کی رائے ہے اور جن مسائل میں ان کے درمیان اختلاف ہے یا جس کی تاویل میں ان کے درمیان اختلاف ہے ہم ان کی جماعت سے باہر نہیں نکلیں گے یہ جو کچھ ماقبل میں ذکر کیا گیا ہے وہ اہل سنت فقہ اور حدیث کے ائمہ کا قول ہے جیسا کہ میں نے اس کو بیان کر دیا ہے اور یہ کل کا کل امام مالک کا قول ہے کچھ تو ان کی تصریحات سے ہے اور کچھ ان کے مذہب سے معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد ابن ابی زید القیروانی فرماتے ہیں امام مالک نے ارشاد فرمایا ہے کہ احادیث کے مقابلہ میں عمل زیادہ ثابت شدہ امر ہوتا ہے۔

جن کی میں اقتداء کرتا ہوں ان کا کہنا ہے کہ یہ بات کمزور سمجھی جائے گی اور ایک روایت میں ہے مشکل سمجھی جاتی ہے کہ اس طرح کے معاملہ میں حدیثی فلان عن فلان کہا جائے تابعین میں بہت سے لوگ ایسے تھے کہ ان کے پاس دوسروں سے حدیثیں پہنچتی تھیں تو کہہ دیتے ہم ان حدیثوں سے بے خبر نہیں ہیں، لیکن عمل اس کے غیر پر ہے اور ایک نسخہ میں ہے لیکن عمل اس کے خلاف ہے۔

وكان محمد بن ابی بكر بن حزم ربما قال له أخوه: لم لم تقض بحديث كذا؟ فيقول لم اجد الناس عليه قال النخعي: لو رأيت الصحابة يتوضئون الى الكوعين (يعني الى الرسغين) لتوضأت كذلك، وأنا أقرؤها (الى المرافق) وذلك لأنهم لا يتهمون في ترك السنن، وهم أرباب العلم، وأحرص خلق الله على اتباع سنة رسوله صلى الله عليه وسلم، فلا يظن بهم ذلك أحد إلا ذو ريبة في دينه.

قال عبدالرحمن بن مهدي (ت ۱۹۸ هـ) السنة المتقدمة من سنة اهل المدينة خير من الحديث:

وقال سفيان بن عيينه: الحديث مضلة إلا للفقهاء. يريد أن غيرهم قد يحمل شيئاً على ظاهره وله تأويل من حديث غيره، أو دليل يخفى عليه، أو متروك أو جب تركه غير شئ مما لا يقوم به إلا من استبحر وتفقه: وقال ابن وهب كل صاحب حديث ليس له امام في الفقه فهو ضالّ، ولولا أن الله أنقذنا بمالك والليث لزللنا. (أنظر كتاب الجامع لابن أبي زيد رحمه الله ص ۱۳۹/ثم ۱۴۸-۱۵۱)

وقال إبراهيم النخعي رحمه الله تعالى: لو لم يغسلوا إلا الظفر ماجاوزناه، كفى إزاءاً على قوم أن نخالف أعمالهم.

(الحجة للحافظ أبي القاسم الأصبهاني ۴۰۱/۲)

اور محمد بن ابی بکر بن حزم سے بہت مرتبہ ان کے بھائی نے کہا آپ فلاں حدیث کے مطابق فیصلہ کیوں نہیں کرتے تو وہ جواب دیتے میں نے لوگوں کا عمل اس حدیث پر نہیں پایا ہے۔ امام نخعی فرماتے ہیں اگر میں صحابہ کرام کو دیکھتا کہ وہ گٹوں تک اور کایوں تک ہی وضو کرتے ہیں تو میں بھی اسی طرح وضو کرتا، اگرچہ میں آیت میں الى المرافق پڑھتا اس لیے کہ صحابہ پر سنت ترک کرنے کی تہمت نہیں رکھی جاسکتی وہ تو اصحاب علم اور اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ اس کے نبی کی سنت پر حریص تھے بنا بریں کوئی ان پر ترک سنت کا ہرگز گمان نہیں کر سکتا سوا اس شخص کے جو دین کے معاملہ میں خود متہم ہو۔

عبدالرحمن بن مہدی متوفی ۱۹۸ھ کا ارشاد ہے مدینہ والوں کی سنت میں سے پہلے والی (یعنی صحابہ و تابعین کے زمانہ کی) سنت حدیث کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے۔

اور سفیان عیینہ فرماتے ہیں حدیث فقہاء کے علاوہ دوسروں کو گمراہ کر دینے والی چیز ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ غیر فقیہ حدیث کو کبھی اس کے ظاہر پر محمول کر لیتا ہے، حالاں کہ اس میں دوسری حدیث کی وجہ سے تاویل کی جاتی ہے یا کسی ایسی دلیل کی وجہ سے جو اس غیر فقیہ پر مخفی رہ گئی ہے یا وہ حدیث متروک ہو گئی ہے اور اس کا ترک واجب کرنے والی کوئی دوسری چیز ہوتی ہے جس کو بطور حجت صرف شجر عالم یا ماہر فقہ ہی پیش کر سکتا ہے عبداللہ ابن وہب کا ارشاد ہے جس صاحب حدیث کا فقہ میں کوئی امام نہیں وہ گمراہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو امام مالک اور امام لیث کے ذریعہ نہ بچاتا تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ (کتاب الجامع لابن زید القیر دانی ص ۱۳۹ و ۱۴۸ و ۱۵۱)

امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا ارشاد

فرماتے ہیں اگر صحابہ وضو میں صرف ناخن دھوتے تو ہم بھی اس سے زیادہ نہ دھوتے کیوں کہ کسی قوم پر عیب لگانے کے لیے اتنا کافی ہے کہ ہم اس قوم کی عمل میں مخالفت کریں (الحجۃ للحافظ ابی القاسم الاصبہانی ج ۲: ص ۴۰۱)

وسئل ابن الماجشون رحمه الله (ت ۲۱۳ھ): لِمَ رَوَيْتُمُ الْحَدِيثَ ثُمَّ تَرَكْتُمُوهُ: قَالَ: لِيَعْلَمَ أَنَا عَلَى عِلْمٍ تَرَكْنَاهُ.
(ترتيب المدارك للقاضي عياض ۱/ ۶۶)

قال الامام سفيان الثوري رحمه الله (ت ۱۲۶ھ) قد جاء ت احاديث لا يؤخذ بها. (شرح العلل لابن رجب ۱/ ۲۹)

قال الامام القاضي ابو يوسف المتوفى ۱۸۲ھ رحمه الله

العامي اذا سمع حديثا ليس له أن يأخذ بظاھرہ لجواز أن يكون مصروفا عن ظاھرہ أو منسوخا خلاف الفتوى، (الكفاية ج ۲: ص ۲۹۴) ط

وقال ابن ابی الزناد (ت ۱۷۴ھ): كان عمر بن عبد العزيز يجمع الفقهاء ويسألهم عن السنن والأقضية التي يعمل بها فيثبتها، وما كان منه لا يعمل به الناس ألغاها وان كان مخرجه من ثقة.

(ترتيب المدارك ۱/ ۶۶)

وقال الامام الحافظ الرامهرمزي رحمه الله (ت نحو ۳۶۰) في المحدث الفاضل (ص ۳۲۲) وليس يلزم المفتي أن يفتي بجميع ما روى، ولا يلزمه ايضا أن يترك رواية ما لا يفتي به وعلى هذا مذاهب جميع فقهاء الامصار، هذا مالك يرى العمل بخلاف كثير مما يروى. إنتهى.

ابن الماجشون کا جواب متوفی ۲۱۳ھ

ان سے سوال کیا گیا تم لوگوں نے حدیثوں کو روایت کرنے کے بعد ان پر عمل ترک کیوں کیا؟ فرمایا اس لیے ترک کیا تاکہ یہ بات جان لی جائے کہ ہم نے ایک علم کی بنیاد پر ان پر عمل نہیں کیا ہے۔ (ترتيب المدارك للقاضي عياض ج ۱: ص ۶۶)

امام سفيان ثوري متوفی ۱۲۶ھ کا فرمان

ایسی حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں جن پر عمل نہیں کیا جاتا ہے۔

(شرح العلل لابن رجب ج ۱: ص ۲۹)

ز قاضي ابو يوسف متوفی ۱۸۲ھ کا ارشاد عالیشان

عام آدمی جب کسی حدیث کو سنے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ظاہر حدیث سے جو سمجھا ہے اس پر عمل کرے کیوں کہ ممکن ہے کہ ظاہری معنی مراد نہ ہوں یا وہ حدیث منسوخ ہو؟ بخلاف فتویٰ کے (کیوں کہ فتویٰ میں یہ شبہ نہیں ہوتا، اس لیے کہ مجتہد نے پوری تحقیق کے بعد ہی فتویٰ دیا ہے) (کفاية ج ۲: ص ۲۹۴) ط

حضرت عمر بن عبد العزيز کا عمل مبارک

ابن ابی الزناد متوفی ۱۷۴ھ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد العزيز رحمہما اللہ فقہاء کرام کو جمع فرماتے تھے اور ان سے سنتوں اور ان فیصلوں کو دریافت کرتے تھے جن پر عمل کیا جائے گا تب ان کو ثبت فرماتے تھے اور ان میں سے جو متروک العمل ہوتے ان کو بیکار چھوڑ دیتے تھے اگرچہ ان کے ناقل ثقہ اور معتمد ہی کیوں نہ ہوتے۔ (ترتيب المدارك ج ۱: ص ۶۶)

امام رامهرمزي رحمه الله متوفی ۳۶۰ھ تقریباً کا ارشاد مبارک

مفتی کے لیے ضروری نہیں کہ ان تمام حدیثوں کے مطابق فتویٰ دے جو اس نے روایت کی ہیں نہ اس پر یہ لازم ہے کہ جن پر فتویٰ نہ دے ان کو روایت کرنا ترک کر ڈالے جمیع بلاد کے فقہاء کرام کا یہی موقف ہے یہ امام مالک ہیں جو ان حدیثوں کے خلاف بھی عمل کو جائز مانتے ہیں جن کو وہ خود بکثرت روایت کرتے ہیں۔

(المحدث الفاضل ص ۳۲۲)

وقال الحافظ الفقيه محمد بن عيسى الطباع رحمه الله
(ت ۲۲۴ھ) كل حديث جاءك عن النبي صلى الله عليه وسلم لم
يبلغك أن أحدًا من أصحابه فعله فدعه.
(الفقيه والمتفقه ۱/ ۳۵۳-۳۵۴)

وقال الامام الاوزاعي رحمه الله (ت ۱۵۷ھ) كنا نسمع الحديث
فنعرضه على أصحابنا كما يعرض الدرهم الزائف، فما عرفوا منه أخذنا
به، وما أنكروا تركنا. (تاريخ أبي زرعة الدمشقي ۱/ ۲۶۵) والمحمد
الفصل ص ۳۱۸

وقد أوصى الإمام مالك إبنی اخته أبابكر واسماعيل إبنی أبي أويس
فقال لهما: أراكما تحبان هذا الشأن (جمع الحديث وسماعه) وتطلبانه،
قالا: نعم. قال: إن أحببتهما أنى تنتفعا به وينفع الله بكما فأقلا منه وتفقهها.
الفقيه والمتفقه ۲/ ۱۵۹ والمحدث الفاصل ص ۲۴۲ و ۵۵۹

وقال الحافظ الخطيب رحمه الله (ت ۶۳۷ھ): في الفقيه
والمتفقه (۸۱/۲): وليعلم أن الاكثار من كتب الحديث وروايته لا يصير
بها الرجل فقيها، إنما يتفقه باستنباط معانيه وإمعان التفكير فيه. إنتهى.

فقہ محمد بن عیسی الطباع متوفی ۲۲۴ھ کا فرمان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث ایسی نقل کی جائے جس کے بارے میں
تم کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ آپ کے صحابہ میں سے کسی نے اس پر عمل بھی کیا ہے تو اس
حدیث کو عملاً ترک کر دو۔ (الفقیہ والمتفقہ ج ۱: ص ۳۵۳ و ۳۵۴)

امام اوزاعی رحمہ اللہ متوفی ۱۵۷ھ کا طریقہ کار
فرماتے ہیں ہم حدیثوں کی سماعت کرنے کے بعد ان کو اپنے اصحاب کے
سامنے پیش کرتے تھے جس طرح کھوٹے سکے پیش کیے جاتے ہیں پھر ہمارے اصحاب
ان میں سے جن کو پاس کرتے ہم ان حدیثوں کو قبول کر لیتے تھے اور وہ جن روایتوں کو
نہ قبول کرتے ہم بھی عملاً ان کو ترک کر دیتے تھے۔

(تاریخ ابو زرعة دمشقي ج ۱: ص ۲۶۵ المحدث الفاصل ص ۳۱۸)

امام مالک کی اپنے بھانجوں کو نصیحت

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے دونوں بھانجوں ابوبکر اور اسماعیل جو ابواویس کے
لڑکے تھے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا میں تم دونوں کو دیکھتا ہوں کہ اس کام (یعنی
حدیثوں کی سماعت اور ان کو جمع کرنے کے کام) سے بہت محبت کرتے ہو اور اس کی
طلب میں خوب کوشش کرتے ہو ان دونوں نے کہا جی ہاں امام مالک نے فرمایا اگر تم
دونوں چاہتے ہو کہ اس سے فائدہ بھی اٹھاؤ اور تم دونوں کے ذریعہ لوگوں کو بھی فائدہ
پہنچے تو سماعت اور جمع کا کام کم کرو اور اس میں غور و فکر زیادہ کرو۔ (تفقیہ پیدا کرو)

(الفقیہ والمتفقہ ج ۲: ص ۱۵۹، المحدث الفاصل ص ۲۴۲ و ۵۵۹)

خطیب بغدادی متوفی ۳۶۳ھ کا فرمان عالیشان

جان لینا چاہیے کہ حدیث کی کتابوں سے زیادہ روایت کرنے یا ان کو زیادہ جمع
کر لینے سے آدمی فقیہ نہیں بن جاتا ہے تفقہ تو جب حاصل ہوگا کہ ان کے معانی کا
استخراج کرنے اور ان میں اچھی طرح غور و فکر کرنے کی صلاحیت ہو جائے۔

و قرر الخطيب أيضا أن الرجل ليس يكفيه إذا نصب نفسه للفتيا أن يجمع في الكتب (خمسة مائة ألف حديث)، دون معرفته به ونظره فيه وإتقانه له، فإن العلم هو الفهم والدارية، وليس بالاكثار والتوسع في الرواية. (الجامع لأخلاق الراوى ۲ / ۱۷۴)

تنبهان: الأول قد يحتج (ادعاء) حملة الحديث بقول أئمتنا: "إذا صح الحديث فهو مذهبي" وهي عبارة قالها الامام الشافعي وغيره من الأئمة، وفهم البسطاء من هؤلاء أن هذه المقولة على إطلاقها، يطبقها الكبير والصغير، والعالم والجاهل، والمبتدى والمنتهى: وهذا تجن على العلم، فقد قال الامام النووى الحافظ الفقيه رحمه الله. روي عن إمام الأئمة أبى بكر محمد بن اسحاق بن خزيمة - وكان من حفظ الحديث ومعرفة السنة بالغاية العاليه - أنه سئل: هل سنة صحيحة لم يودعها الشافعي كتبه؟ قال: لا. ومع هذا فاحتاط الشافعي رحمه الله - لكون الاحاط ممتنعة على البشر - فقال ما هو ثابت عنه من أوجه من وصيته بالعمل بالحديث الصحيح، وترك قوله المخالف للنص الثابت الصريح، وقد إمتثل أصحابنا رحمهم الله وصيته وعملوا بها في مسائل كثيرة مشهورة... ولكن لهذا شرط قل من يتصف به في هذه الأزمان. (زمن الامام النووى ۶۳۱-۶۷۶ھ، لا زماننا الذى عم فيه الجهل وطم)، وقد أوضحته في مقدمة شرح المذهب.

(انظر تهذيب الاسماء واللغات ۱ / ۵۱)

نیز خطیب نے یہ بھی بتایا ہے کہ انسان کو فتوے کا کام کرنے کے لیے صرف اتنا کافی نہیں ہے کہ کتابوں میں پانچ لاکھ حدیثیں جمع کر لے جب کہ اس کے اندر ان حدیثوں میں معرفت اہقان اور غور و فکر کرنے کی اہلیت بھی نہ حاصل ہو، اس لیے کہ حقیقی علم تو سوجھ بوجھ اور فہم و تدبر کا نام ہے صرف وسیع پیمانہ پر نقل کرنے اور کثرت سے حدیث سننے یا جمع کر لینے کا نام علم نہیں ہے۔ (الجامع لأخلاق الراوى ج ۲ / ص ۱۷۳)

دواہم ترین نوٹ

بعض مدعیان اہل حدیث ہمارے ائمہ کے اس قول سے حجت پکڑتے ہیں کہ ان کا ارشاد ہے جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے یہ ایک جملہ ہے جو امام شافعی دو گرا ائمہ کرام نے فرمایا ہے مگر سطحی علم والے اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس کے لیے کوئی شرط اور قید نہیں ہے ہر چھوٹا بڑا اور عالم و جاہل مبتدی یا منتہی جو چاہے اس کا استعمال کر لے، حالانکہ یہ طریقہ علم کے ساتھ نا انصافی اور سراسر ظلم ہے فقیہ اور حافظ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام الأئمة ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزيمة سے ہم نے نقل کیا ہے (جن کا مقام حفظ حدیث اور سنت کی معرفت میں بہت بلند تھا) کہ ان سے سوال کیا گیا کیا امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں کسی سنت ثابتہ کو نقل نہیں بھی کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا ایسا نہیں ہے تاہم امام شافعی نے بہت احتیاط برتی ہے کیوں کہ تمام سنتوں کا احاطہ کر لینا کسی بھی انسان کے لیے محال ہے بنا بریں امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے جو ان سے مختلف طریقوں سے منقول ہے کہ انہوں نے حدیث صحیح پر عمل کی وصیت کی ہے اور ثابت شدہ نص کے خلاف اپنے قول کو ترک کرنے کی تاکید کی ہے اور ہمارے اصحاب شوافع نے ان کی وصیت پر بہت سے معروف مسائل میں عمل بھی کیا ہے اور اس وصیت کی تعمیل کی ہے لیکن اس کام کے لیے ایک شرط ہے کیوں کہ ایسا شخص جو اس وصیت کو استعمال کرنے کی اہلیت رکھتا ہو ہمارے زمانہ میں قلیل الوجود ہے یعنی امام نووی کے زمانہ میں جو ۶۳۱ھ سے ۶۷۶ھ تک ہے نہ کہ ہمارے دور میں جس میں جہالت عام و تام ہے۔ اس شرط کی وضاحت شرح المہذب کے مقدمہ میں کر دی ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۱: ص ۵۱)

وقد بین الامام النووی هذا الشرط فی مقدمة المجموع شرح المذهب (۱۰۴/۱-۱۰۵) فقال: وهذا الذي قاله الشافعي ليس معناه أن كل أحد رأى حديثا صحيحا قال: هذا مذهب الشافعي وعمل بظاهره، وإنما هذا فيمن له رتبة الاجتهاد في المذهب على ما تقدم من صفته أو قريب منه، وشرطه: أن يغلبت على ظنه أن الشافعي رحمه الله لم يقف على هذا الحديث، أو لم يعلم صحته، وهذا إنما يكون بعد مطالعة كتب الشافعي كلها، ونحوها من كتب أصحابه الآخذين عنه، وما أشبهها.

وهذا شرط صعب قل من يتصف به. وإنما اشترطوا ما ذكرنا لأن الشافعي رحمه الله ترك العمل بظاهر احاديث كثيرة رآها وعلمها، لكن قام الدليل عنده على طعن فيها أو نسخها، أو تخصيصها أو تأويلها أو نحو ذلك.

قال الشيخ أبو عمرو (هو الحافظ ابن الصلاح) رحمه الله، ليس العمل بظاهر ما قاله الشافعي بالهين فليس كل فقيه يسوغ له أن يستقل بالعمل بما يراه حجة من الحديث.. انتهى.

إذا صح الحديث فهو مذہبی کا مطلب کیا ہے؟

المجموع شرح المذهب کے مقدمہ ج ۱: ص ۱۴۰ و ۱۰۵ پر امام نووی علیہ الرحمہ نے اس قول پر عمل کرنے کی شرط بیان فرمائی ہے۔

فرماتے ہیں امام شافعیؒ نے یہ جو فرمایا یہ (کہ جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے) اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو آدمی بھی کسی حدیث کو صحیح سمجھ لے وہ کہنے لگے کہ یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور اس کے ظاہری معنی پر عمل شروع کر دے بلکہ یہ حق تو صرف اس شخص کو پہنچتا ہے جو اجتہاد فی المذہب کے مرتبہ کو پا چکا ہو جس کی تفصیل پہلے بتادی گئی ہے یا پھر کم از کم مرتبہ اجتہاد کے قریب پہنچ چکا ہو اس کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ اس کا غالب گمان ہو کہ امام شافعی علیہ الرحمہ اس حدیث پر مطلع نہ ہو سکے یا انہوں نے اس کی صحت تسلیم نہ کی تھی اور یہ فیصلہ جب ہوگا کہ امام شافعی کے تمام کتابوں کا مطالعہ کر چکا ہو اور اس طرح کی وہ کتابیں مطالعہ سے گزر چکی ہوں جو امام شافعی سے استفادہ کرنے والوں نے تیار کی ہیں یا جو ان کے مثل کتابیں ہیں تو یہ ایک کڑی شرط ہے کیوں کہ اس شان کا آدمی قلیل الوجود ہے یہ شرط جو ہم نے ذکر کی لوگوں نے اس لیے لگائی ہے کہ امام شافعی نے بہت سی ایسی حدیثوں کے ظاہر معنی پر عمل نہیں کیا ہے جن کو وہ جانتے بھی تھے اور جن سے اچھی طرح واقف بھی تھے، لیکن چوں کہ ایسی حدیثوں میں کسی عیب پر ان کے علم میں دلیل موجود تھی یا ان کا مسنونہ ہونا معلوم تھا یا ان میں کسی تخصیص یا تاویل کے وہ قائل تھے یا اسی طرح کی کوئی بات تھی جس کی وجہ سے انہوں نے ان حدیثوں پر عمل ترک کیا شیخ ابو عمرو یعنی حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے جو اصاح الحدیث فہو مذہبی فرمایا ہے اس کے ظاہر پر عمل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے پس ہر فقیہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بطور خود جس حدیث کو حجت سمجھے اس پر عمل شروع کر دے۔

ز وقال ابن حجر في باب رفع اليدين اذا قام من الركعتين

واما كونه مذهبا للشافعي لكونه قال اذا صح الحديث فهو مذهبي ففيه نظر ووجه النظر أن محل العمل بهذه الوصية ما اذا عرف أن الحديث لم يطلع عليه الشافعي أما اذا عرف أنه اطلع عليه ورده أو تأوله بوجه من الوجوه فلا: والامر هنا محتمل.

(فتح الباری ج ۲: ص ۲۸۳ ط)

التنبیه الثانی: قد يقول قائل: (المسلم مأمور باتباع رسول الله صلى الله عليه وسلم، وغير مأمور باتباع غيره) والجواب أن التمسك بالسنة هدى، وتركها ضلال، وأنمتنا إما أن يكونوا تمسكوا بالسنة، فهم على هدى ومن اتبعهم على هدى أيضا وإما أن يكونوا تركوا السنة وهجروها، فهم على ضلال ومن اتبعهم على ضلال، وهذا والله من المحال.

ز حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ بخاری کی شرح باب رفع الیدین اذا قام من الركعتین کے تحت فرماتے ہیں تیسری رکعت کے شروع میں ہاتھ اٹھانا امام شافعی کا اس لیے مذہب قرار پانا چاہیے کہ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے یہ بات محل نظر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی کی یہ وصیت اس صورت کے لیے ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس حدیث پر وہ مطلع تھے مگر انہوں نے اس کو رد کر دیا ہے یا کسی وجہ سے اس میں تاویل کرنی ہے تو اس صورت میں ان کی اس وصیت پر عمل نہیں کیا جائے گا اور اس مسئلہ میں دونوں کا احتمال ہے (اس لیے روایت صحیح ہونے کے باوجود یہ ان کا مذہب قرار نہیں پائے گا) ط

دوسری تنبیہ یعنی نوٹ ۲

اعتراض کرنے والے کہتے ہیں مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا پابند بنایا گیا ہے غیر نبی کی پیروی کا پابند نہیں بنایا گیا ہے (یعنی اماموں کی پیروی مسلمان پر لازم نہیں ہے)۔ جواب یہ ہے کہ سنت پر جم کر عمل کرنے میں ہدایت ہے اور اس کے ترک کرنے میں گمراہی ہے تو ان اماموں نے اگر سنت سے تمسک کیا ہے تو وہ خود بھی ہدایت پر ہیں اور جو ان کی پیروی کر رہے ہیں وہ بھی ہدایت پر ہیں اور اگر ان اماموں نے سنت کو ترک کر دیا اور اس کو چھوڑ ڈالا ہے تو وہ خود بھی گمراہی میں ہیں اور وہ بھی جو ان کی پیروی کر رہے ہیں لیکن یہ بات کہ انہوں نے ترک سنت کر رکھا ہے اور گمراہی میں ہیں۔ واللہ محال ہے۔

والکلام المتقدم في هذه الرسالة عن أئمتنا، يوضح لنا المنهجية الصحيحة لكيفية التعامل مع السنة، حتى لا يقع المتمسك بالسنة في محظورات نهت عنها السنة نفسها، فألاات الاجتهاد المطلق والمقيد يجب أن تكون متوفرة فيمن يريد التمسك بالحديث الشريف (من جهة احاديث الاحكام طبعاً، لا من جهة الاداب والاخلاق)

فالعمل بالحديث يجب أن يخضع لشروط، منها صلاحية الحديث نفسه للعمل به كخضوعه لقواعد الحديث من ناحية السند، وخضوعه لقواعد أصول الفقه من ناحية المتن.

خاتمة

قال الامام المجتهد سفيان الثوري رحمه الله تعالى: إذا رأيت الرجل يعمل العمل الذي قد اختلف فيه وأنت ترى غيره: فلا تنهه. (الفقيه والمتفقه ۶۹/۲)

وقال الامام المجتهد الأوزاعي رحمه الله تعالى في الذي يقبل امرأته إن جاء يسألني، قلت: يتوصاء: وإن لم يتوصاء لم أعب عليه. (التمهيد لابن عبد البر ۱۷۲/۲۱)

وقال التابعي يحيى بن سعيد الانصاري رحمه الله ت (۱۴۴ھ) أهل العلم اهل توسعة، وما برح المفتون يختلفون، فيحلل هذا، ويحرم هذا، فلا يعيب هذا على هذا، ولا هذا على هذا.

(تذكرة الحفاظ للذهبي (۱۳۹/۱))

اس رسالہ میں ہمارے ائمہ کی جو گفتگو ماقبل میں گذر چکی ہے وہ ہمارے سامنے سنت کے ساتھ ہمارے تعامل کی کیفیت کے لیے صحیح طریقہ کار کی وضاحت کرتی ہے، تاکہ سنت پر عمل کرنے والا ان خطرات سے اپنے کو روک سکے خود سنت نے جن سے روکا ہے اس لیے اجتہاد مطلق یا مقید کے لے اہلیتیں بھرپور ہونی ضروری ہیں اس شخص کے اندر جو براہ راست حدیث پاک سے استدلال کرنا چاہتا ہے یعنی احکام والی حدیثوں سے نہ کہ آداب و اخلاق پر مشتمل حدیثوں سے استدلال کے لیے یہ اہلیتیں درکار ہیں۔ پس حدیث پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ چند شرطوں کے تابع ہو، انہیں شرطوں میں یہ بھی ہے کہ نفس حدیث قابل عمل ہو، جیسے کہ حدیث کا قواعد کے تابع ہونا ضروری ہے سند کے لحاظ سے اور متن کے لحاظ سے اصول فقہ کے ضابطوں کی پیروی ضروری ہے۔

خاتمہ

امام مجتہد سفيان ثوري عليه الرحمہ فرماتے ہیں اگر تم کسی آدمی کو ایسے مسئلہ پر عمل کرتا ہوا دیکھو جس میں اختلاف ہے اور تمہارا مذہب اس عمل کرنے والے کے خلاف ہے تو اس کو تم ہرگز منع نہ کرو۔ (الفقیہ والمحققہ ج ۲: ص ۶۹)

امام اوزاعی علیہ الرحمۃ اپنی عورت کا بوسہ لینے والے کے وضوء کے مسئلہ میں فرماتے ہیں اگر میرے پاس آکر مسئلہ دریافت کرے گا تو میں جواب دوں گا کہ بوسہ سے وضوء ٹوٹ چکا، لہذا وضوء کرے لیکن اگر وہ شخص وضوء نہیں کرتا تو میں اس پر طعنہ بھی نہیں دوں گا۔ (التمہید لابن عبد البر ج ۲: ص ۱۷۲)

یحییٰ بن سعید انصاری متوفی ۱۴۴ھ تابعی جلیل فرماتے ہیں

اہل علم وسیع الذہن اور کشادہ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ مفتیان کرام میں اختلاف ہوتا رہا ہے ایک مفتی ایک چیز کو حلال بتاتا ہے اور دوسرا اسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے لیکن کوئی کسی پر طعنہ زنی نہیں کرتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۱: ص ۱۳۹)

وقال ابن تیمیہ: وأما الاختلاف في الأحكام فاکثر من أن ينضبط. ولو كان كلما إختلف مسلمان في شيء تهاجرا: لم يبق بين المسلمين عصمة ولا أخوة. ولقد كان أبو بكر وعمر يتنازعان في أشياء لا يقصدان إلا الخير، (ثم ذكر حديث بنی قریظہ ثم قال) وهذا وإن كان في الأحكام، فما لم يكن من الأصول المهمة فهو ملحق بالأحكام. (مجموع الفتاوى ۱۷۳/۲۴)

ز مکتوب عمر بن عبدالعزیز الی الافاق

عن حمید هو حمید الطویل المتوفی ۱۴۲ھ قال قلت لعمر بن عبدالعزیز لو جمعت الناس علی شیء فقال ما یسرني أنهم لم یختلفوا قال ثم کتب الی الافاق أو الی الا مصار لیقضى کل قوم بما اجتمعت علیہ فقهاؤهم. (سنن الدارمی ج ۲: ص ۱۰۰)
(دار الکتب العلمیہ بیروت) ط

ز قال أبو عمر یس لآحد من علماء الأمة یثبت حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یرده دون ادعاء نسخ علیہ باثر مثله أو اجماع أو بعمل یجب علی اصله الأنقیاد إلیه أو طعن فی سندہ ولو فعل ذالک أحد لسقطت عدالته فضلا أن یتخذ إماما ولزمه إثم الفسق.
(جامع بیان العلم وفضله ج ۲/ ص ۱۴۸) ط

حافظ ابن تیمیہ کا قیمتی فرمان عالی

فرماتے ہیں احکام میں اختلاف تو ضبط و تحدید سے باہر ہے پس اگر جب بھی دو مسلمان کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور اس کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعلق منقطع کر لیا کرے تو آپس میں مسلمانوں کے درمیان عصمت و بھائی چارگی ہی ختم ہو کر رہ جائے گی، بلاشبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت مسائل میں اختلاف کر بیٹھتے تھے، مگر دونوں کا مقصد چند ہوتا تھا۔

(پھر ابن تیمیہ نے بنو قریظہ والی حدیث لا یصلنی احدکم إلا فی بنی قریظہ) کا تذکرہ کیا ہے) اور فرمایا پس یہ اختلاف احکام و فروع میں تھا مگر جب تک بنیادی اہم باتوں میں نہ ہوگا احکام میں ہی سمجھا جاتا رہے گا۔
(مجموع الفتاویٰ ج ۲۳: ص ۱۷۳)

ز حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا منشور مملکت اسلامیہ کے نام

حمید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے عرض کیا کہ اگر آپ جمع کر دیے لوگوں کو ایک بات پر فرمایا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ ان میں اختلاف نہ ہو پھر ساری اسلامی دنیا میں لکھ بھیجا کہ ہر قوم اسی فیصلے پر عمل کرے جس پر ان کے فقہاء کا اتفاق ہو۔ ط

ز حافظ ابو عمر یعنی ابن عبدالبر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

علمائے امت میں سے کسی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ تسلیم کر لینے کے بعد پھر اس کو رد کر دے الا یہ کہ اسی جیسے اثر یا اجماع یا کسی ایسے عمل کے ذریعہ جس کی پیروی اس کے اصول پر ضروری ہو (ان تین میں سے کسی ایک چیز کی بنیاد پر) اس حدیث کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کرے یا اس کو حدیث کی سند میں ہی کلام ہو ان باتوں کے بغیر اگر کوئی حدیث کو رد کرتا ہے تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور اس پر فسق کا گناہ لازم ہو جائے گا چہ جائیکہ اس کو امام و مقتدا بنایا جائے۔ (جامع بیان العلم وفضله ج ۲: ص ۱۳۸) ط

ز قال الشيخ عبد الله بن الإمام محمد بن عبد الوهاب النجدي في رسالته

ونحن في الفروع على مذهب الامام احمد بن حنبل رحمه الله ولا تنكر على من قلده احدا من الأئمة الأربعة دون غيرهم لعدم ضبط مذاهب الغير وإننا لا تستحق مرتبة الاجتهاد المطلق ولا احد منا يدعيها إلا انا في بعض المسائل اذا صح لدينا نص جلي من كتاب أو سنة غير منسوخ ولا مخصوص ولا معارض باقوى منه وقال به احد الأئمة الأربعة اخذنا به. (علماء نجد خلال ستة قرون ج ۱: ص ۵۱) ط

ز قول العلامة ابن حجر المكي والإمام ولي الله الدهلوي

ونقل ابن الصلاح الإجماع على أنه لا يجوز تقليد غير الأئمة الأربعة في الفتوى والحكم، (هداية الموفقين ص ۶۶)

وحمل على ذلك قول ابن الصلاح لا يجوز تقليد غير الأئمة الأربعة أي في قضاء وإفتاء (عقد الجيد ص ۴۹) ط

ز امام محمد بن عبد الوهاب نجدی کے صاحبزادے شیخ عبد اللہ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں ہم لوگ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر فروع مسائل میں عامل ہیں اور جو شخص چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی بھی پیروی کرتا ہے ہم اس پر انکار نہیں کرتے ہیں ہاں ان چار کے علاوہ کی پیروی پر ہم تکمیر کرتے ہیں کیوں کہ ان کے مذاہب منضبط نہیں ہیں اور ہم لوگ اجتہاد مطلق کے مرتبہ کا استحقاق نہیں رکھتے ہیں نہ ہم میں کا کوئی اس کا دعوے دار ہے البتہ بعض مسائل میں جب ہمارے نزدیک کتاب و سنت کی کوئی واضح نص ایسی آجاتی ہے جو نہ منسوخ ہے نہ مخصوص اور نہ اپنے سے زیادہ مضبوط نص کے معارض تو ہم اس پر عمل کر لیتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی اس کا قائل ہو۔ (علماء نجد خلال ستة قرون ج ۱: ص ۱۵) ط

ز محدث عمر ابن صلاح کا دعویٰ کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی کی تقلید کے ناجائز ہونے پر اجماع ہے علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ ابن صلاح نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ قضاء اور افتاء میں ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔ (ہدایۃ الموفقین ص ۶۶) امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہی محمل ہے ابن صلاح کے اس قول کا کہ ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں ہے یعنی افتاء اور قضاء میں۔ (عقد الجدید ص ۴۹) ط

ز م كتبها عن دخوله مع الامير سعود بن عبدالعزيز حين استيلائه على مكة في

يوم السبت الثامن من شهر محرم عام ۱۲۱۸ هـ

والشيخ عبدالله ولد في مدينته الدرعية ۱۱۶۵ وتوفي ۱۲۴۴ بالقاهرة. ط

ز ولم يختلف العلماء أن العامة عليها تقليد علمائها وأنهم المرادون بقول الله عز وجل (فاستلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون) وأجمعوا على أن الأعمى لا بدله من تقليد غيره ممن يثق بميزه بالقبلة إذا أشكلت عليه فكذلك من لا علم له ولا بصر بمعنى ما يدين به لا بد له من تقليد عالمه وكذلك لم يختلف العلماء أن العامة لا يجوز لها الفتيا وذلك والله أعلم لجهلها بالمعاني التي منها يجوز التحليل والتحريم والقول في العلم. (جامع بيان العلم وفضله ج ۲: ص ۱۵۵) ط

ز قال إمام الحرمين الذي ذهب إليه أهل التحقيق أن منكرى القياس لا يعدون من علماء الأمة وحملة الشريعة لأنهم معاندون مباهتون فيما ثبت استفاضته وتواترها ولأن معظم الشريعة صادرة عن الاجتهاد ولا تكفي النصوص بعشر معشارها وهؤلاء ملتحقون بالعوام. (قاله النووي في تهذيب الاسماء والصفات تجت ترجمه داؤد الظاهري) ط
وصلّى اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم کلمہ ذکرہ
الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون.

ز اس معاملہ میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عوام پر مہر کی تقلید واجب ہے اور اس میں بھی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول (فاستلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون) سے علماء ہی مراد ہیں اور اس پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ اند سے قومی پر جس قبیلہ کا رخ مشتبہ ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص کی تقلید کرے جس پر قبیلہ کی تمیز کرنے کا وثوق ہو، اسی طرح دین کے معاملے میں جس شخص کے علم و بصیرت کا فقدان ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ عالم کی تقلید کرے ایسا ہی اہل علم کا اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ عام آدمی کے لیے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا کہ وہ ان حقائق سے واقف نہیں جن کے ذریعہ ضلال و حرام کرنا ہوتا ہے۔ ان کے ذریعہ علم میں بحث و گفتگو کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم

ز داؤد ظاہری اور ان کے ہم خیال اہل حدیث کا شمار علماء میں نہیں ہے۔ امام الحرمین فرماتے ہیں اہل تحقیق کا مذہب ہے کہ قیاس (اجتہاد) کے آثار کرنے والوں کا شمار علمائے امت اور حاملین شریعت میں نہیں ہے، کیوں کہ جو چیز مستفیض اور متواتر طریقہ سے ثابت ہے یہ لوگ اس کے خلاف ہمیشہ دھڑکی اور الزام تراشی کرتے ہیں، حالاں کہ شریعت کا بڑا حصہ اجتہاد (قیاس) سے ہی ثابت ہے اور اس کے دسویں حصہ کے لیے بھی نصوص کافی نہیں، اس لیے ان کا شمار عوام میں ہوگا۔ ط

وصلّى اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم کلمہ ذکرہ
الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون.

اصلاحی خطبات

تالیف: مولانا محمد تقی عثمانی

اصلاحی، معاشرتی، دینی اور علمی تقریروں کا مجموعہ جس کے لفظ لفظ سے خطیب کے اندرونی سوز گدازی کی جھلک ملتی ہے اور جس کی سطر سطر سے ان کے جذبہ اصلاح کی مہک آتی ہے پوری کتاب تیرہ جلدوں میں ہے تمام کی تمام تقریروں پر مشتمل ہے، جس کی ہر تقریر اپنی جگہ ایک الگ کتاب ہے، ان تقریروں میں مسلمانوں میں پھیلی ہوئی برائیوں اور امت مسلمہ کے اجتماعی امراض کی نشاندہی ہوتی ہے، اور ان امراض کا علاج سامنے آتا ہے کتاب اس لائق ہے کہ ہر مسلمان گھرانے کی زینت بنے خاص طور پر مدارس اسلامیہ کے طلبہ کے لئے یہ ایک ایسی کتاب ہے جو ان کی تقریری صلاحیتوں کو پروان چڑھا سکتی ہے۔
عمدہ کاغذ، بہترین کتابت و طباعت، خوبصورت تیرہ جلدوں میں۔

مجالس مفتی اعظمؒ

مرتب: مفتی عبدالرؤف سکھروی

وہ مفید اور کارآمد ملفوظات جو کہ مفتی صاحبؒ نے حکیم الامتؒ کی مجلس میں رہ کر اپنی یادداشت میں محفوظ کئے تھے اسی کے ساتھ وہ ملفوظات جو کہ الحسن العزیزیؒ میں تحریر تھے پھر انہیں ملفوظات میں لوگوں کی مشکلات کے عقدے حل کئے جاتے تھے ایسے نادر و نایاب دین کے اسرار و معارف کے تذکرے کہ ایک مرتبہ قاری جب اس کتاب کو شروع کر دے تو ایک ہی مجلس میں پوری کتاب پڑھنے کو دل چاہے، سالہا سال تک مجلس میں حاضر رہنے والے، بلکہ ملفوظات پڑھنے کی خدمت انجام دینے والے جناب مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی کی عرق ریز کاوشوں کا دلفریب اور اچھوتے انداز کا ایک نیا شاہکار۔

عمدہ کاغذ، بہترین طباعت، خوبصورت اور پائیدار جلد۔

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

خطبات دین پوری

تالیف: مولانا عبدالشکور دین پوری

روحانیت، رد غیر مقلدیت، رد بریلویت پر بہترین تقاریر، واعظین مقررین کے لئے ایک نادر و نایاب تحفہ آپ کی خطابت کے چمنستان توحید میں ارکان اسلام اتباع قرآن و سنت، فضائل صحابہ سیرت النبیؐ کی جھلک نظر آتی ہے کیونکہ علامہ دین پوریؒ نے لگاتار ۳۰ سال تک خطابت کے جواہر پاروں سے ایک عالم کو مسحور کیا، آپ کے اعلیٰ اخلاق اور عمدہ صفات کے باعث تمام مکاتب فکر کے علماء آج بھی آپ کو احترام سے یاد کرتے ہیں کیوں کہ محترم کی پوری زندگی خدمت دین میں گزری، صبح و شام تبلیغ کے کام کے لئے گاؤں گاؤں شہر شہر جا کر وعظ و نصیحت کا عظیم کام انجام دیا، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی، شیخ العرب والعم مولانا سید حسین صاحب مدنی سے خاص لگاؤ اور تعلق رکھتے تھے جن کی توصیف میں آج ہمارا قلم ساکت دماغ حیران، زبان خاموش، قلب پر جوش یہ کہتا ہے کہ آج مجھے اس عالم میں ان سا عالم نظر نہیں آتا۔

عمدہ کتابت، بہترین طباعت، خوبصورت پائیدار چار جلدیں۔

علوم القرآن

مؤلف: مولانا محمد تقی عثمانی

فضائل قرآن، حقانیت قرآن، اعجاز قرآن، تاریخ نزول قرآن، قرآن کریم کی آیتیں، تفسیر قرآن میں عقل کا دائرہ کار، قرآن اور عہد حاضر کے نظریات، غرضیکہ اپنے موضوع پر ایک منفرد تالیف و لاویز کتابت و طباعت، خوبصورت و پائیدار جلد۔

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حیات و خدمات

تقریباً: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

جس میں غالباً اردو زبان میں پہلی دفعہ امت کے رئیس المحدثین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات، ان کی علمی و دینی خدمات اور اوصاف و کمالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، اور آپ کی ذرات و اوصاف کے بارے میں مستشرقین اور متکرمین حدیث کے اعتراضات کا تشفی بخش جواب دیا گیا ہے۔

قیمت = ۹۰/-

اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ

از: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

جس میں اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت اور برکات و فوائد، زکوٰۃ کے اموال اور نصاب و مقدار، اس کی شرائط اور ادائیگی کے طریقے و آداب، اس کے مصارف، زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کے اجتماعی نظام اور زکوٰۃ سے متعلق جدید مسائل نیز صدقہ الفطر، صدقات واجبہ اور صدقات نافلہ وغیرہ کے احکام سے متعلق مذاہب اربعہ کی روشنی میں تفصیلی بحث کی گئی ہے اور اخیر میں عمومی فائدے اور سہولت کے لئے زکوٰۃ کے تمام ضروری احکام مستقل طور پر جمع کر دیئے گئے ہیں۔

قیمت = ۷۰/-

خطبات بنگلور (پیغمبر انسانیت ﷺ)

از: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

جس میں سیرت طیبہ کی انسانیت نوازی کے پہلو کو پیش کیا گیا ہے، غیر مسلموں، خواتین، پسماندہ طبقات، غلاموں، مزدوروں، یتیموں اور بیماروں کے بارے میں آپ ﷺ کی تعلیمات اور حسن سلوک کا ذکر کیا گیا ہے، بنیادی انسانی حقوق کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی وضاحت کی گئی ہے اور مذاہب کے تقابلی مطالعہ کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ صرف آپ ہی کی حیات طیبہ پوری انسانیت کے لئے اسوۂ ہو سکتی ہے۔

قیمت = ۷۰/-

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند



NAIMIA BOOK DEPOT

DEOBAND-247554 (U.P.) INDIA

Ph : (01336) 223294 , 224703 , FAX : 222491

e-mail - naimiabookdepot@yahoo.com

